گل شاہ حنیف ایم اے، اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ)
پشاور یونیورسٹی

اسلام کا نظام ملازمت!

کسی بھی دائرہ حکومت میں سروس سسٹم کے لئے حکومت کو اپنی جملہ توجہ پوری طرح سے مذکور کرنا پڑتی ہے لیکن دورِ جدید کے جملہ قوانین و ضوابط اس سلسلہ میں بالکل ناکام اور نارسا معلوم ہوتے چلے آرہے ہیں جب کہ اس کا زیادہ تر اثر فرد کے بجائے معاشرہ پر ہوتا ہے جس سے اجتماعی زندگی کو خطرات کے سیلاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح کئی ممالک کے زمام کار اقتدار کی قسمتوں کو بدل ڈالتے ہیں لیکن اگر اسلام اور اس کے اصول ملازمت کو زندگی کے عمل کا محور بنادیا جائے تو ہمیں ایک صحت مند اور مستحکم معاشرہ کے وجود کے ساتھ ہی اپنے اقتصادی اور معاشی امور کی کامیاب کڑیاں ضرور نظر آئیں گی جس کے نتائج سے آراستہ ہونے کے لئے پوری دنیا تڑپ رہی ہے۔ حکومت کو اپنے نظام عمل میں اسلام کے جملہ اصول و ضوابط اور اسلامی ادوار کے طریقہ کار کو اپنانا نہایت ضروری ہے۔ کارخانہ کار کے لئے دیانت دار اور ذمہ دار اشخاص کے انتخاب سے یہ نظام پوری مضبوطی اور استحکام کے ساتھ چلایا جاسکتا ہے۔

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست تشکیل دینے میں انہی اصولوں کو بنیادی عمل قرار دے دیا۔ دورِ نبوت کی تشکیل شدہ حکومت میں ہمیں وزارت، سفارت اور قضا سے لے کر دفاع، تعلیم، صحت اور دیگر ضروری امور کے لئے عہدے داروں کا تقرر نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام میں ملازمت کو جاہ و منفعت کا مقام نہیں۔ بلکہ ذمہ داری، مشقت اور خدمت الناس کا درجہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے غیر ذمہ دارانہ حکومت کے متعلق فرمایا کہ:-

ما من امیر یلی امر المسلمین ثم لم یجھد لھم وینصح الا لم یدخل الجنۃ معھم (مسلم)
یعنی جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا جائے اور ان کے لئے جہد اور خیر خواہی نہ

کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا"
اس طرح حضور علیہ السلام نے درشت مزاجی اور تند خوئی رویہ کے حاکم کے متعلق فرمایا کہ

ان شر الرعاۃ الحطمہ (صحیح مسلم)

یعنی بدترین حاکم حطمہ یعنی حقوق پامال کرنے والا ہے۔
اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدخواہ اور نیک خواہ حاکم کے متعلق فرمایا کہ "اے اللہ جو شخص میری امت کی ذمہ داریوں کا ولی بن جائے اور ان کو مشقت میں ڈالدے تو تو بھی انہیں مشقت میں ڈال دے اور جو نرمی کا معاملہ کرے۔ تو بھی ان کے ساتھ نرمی کر۔ (مسلم شریف)
اسلام نے حاکم اعلیٰ کی رعیت کی خیر خواہی کو ارباب حکومت کا اہم فریضہ ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک مکتوب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھتے ہیں۔

ان اسعد الرعاۃ عند اللہ من سعدت بہ رعیتہ وان اشقی الرعاۃ من شقیت بہ رعیتہ (کتاب الخراج ابویوسف)

یعنی سب سے زیادہ خوش قسمت حاکم خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رعیت سعادت پاوے اور سب زیادہ بدبخت حاکم وہ ہے جس سے اس کی رعیت شقاوت پاوے۔ اعلیٰ دیانتدار اور محنتی مزدور کی حوصلہ افزائی کرنا ضروری ہے اس کی تنخواہ کو اس معیار سے زیادہ کرنا اور اسے تعریفی سند دینا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے ایک کارکن کے بارے میں جس نے بعض مواقع پر اپنے کام کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا تھا بعد میں آنے والے امراء کو اس سے حسن سلوک کی وصیت کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک دستاویز عنایت فرمائی تھی۔
طبقات ابن سعد میں ہے کہ وہ شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے اور اس پورے عرصہ میں خلفاء سے اپنا وظیفہ وصول کرتے رہے۔ (بحوالہ الترتیب الاداریہ)
اسلام نے کارکنوں کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے معاوضہ بھی مقرر فرما دیا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عامل کو حکم دیا تھا کہ سرکاری ملازموں کو پورا معاوضہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ چیزیں کارکنوں کو اپنے حالات درست رکھنے میں مدد دے گی۔ اور انہیں زیر تصرف اموال پر دست درازی کرنے سے بے نیاز کرے گی اور اگر اس کے بعد وہ تیرے حکم کی خلاف ورزی کریں گے یا تیری امانت میں خیانت کریں گے۔ تو تیری طرف سے ان پر حجت قائم ہو جائے گی۔
کتاب الخراج کے سرنامہ میں ابو یوسف رحمہ اللہ کا ایک خط ہارون الرشید کے نام مذکور کیا گیا ہے جس میں

قاضی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ وقت ہارون الرشید کو لکھا کہ :-

"بہتر یہ ہے کہ آپ نیکوکار، پاکیزہ دامن اور قابل اعتماد افراد کی ایک جماعت ملک میں پھیلائیں جو شہروں اور قریوں میں جاکر عمّال ریاست اور ان کی کارگذاریوں کی تفتیش کرے۔ پھر جب آپ کو کسی والی یا حاکم کے بارے میں یہ اطمینان ہو جائے کہ وہ ظلم و تعدّی اور دست درازیاں کرتا ہے رعایا کی دیکھ بھال کے بارے میں آپ کے ساتھ بدعہدی کرتا ہے۔ سرکاری اموال کا غبن کرتا ہے یا حرام خوری پر اتر آیا ہے یا اس کے چال چلن میں خرابی پیدا ہو گئی ہے تو اس کے بعد آپ کے لئے اسے بطور حاکم استعمال کرنا، رعیت کے کسی کام کا ذمہ دار بنانا اسے امور مملکت میں شریک کرنا حرام ہے۔ بلکہ ایسے بد طینت شخص کو آپ کیفر کردار تک پہنچائیں اور اسے ایسی سخت سزا دیں کہ دوسرے جو ابھی تک ان خرابیوں میں ملوّث نہیں ہوتے ہیں۔ اسے دیکھ کر عبرت پذیر ہو۔ البتہ مظلوم اور بے گناہ کی آہوں سے آپ بچتے رہیں۔ ان کی دعائیں بارگاہِ ایزدی میں مستجاب و مقبول ہیں۔

اسلام خدمت گذار ملازمین کے لئے پنشن بھی صلہ میں دینے کا حکم دیتا ہے چنانچہ الادارہ الاسلامیہ ص ۶۱ پر ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدان کے ایک شخص قیس بن مالک الارحبی کو اس کی قوم پر عامل مقرر کیا تو آپ نے اس کا وظیفہ مقرر کیا اور مستقل طور پر دو سو صاع سالانہ سنار کی مکّی اور دو سو صاع سالانہ جیوان انجیر بطور صلہ عطا کئے۔ یہ صلہ صرف عرصہ حیات تک نہیں بلکہ مرنے کے بعد اس کے ورثا کو بھی ملتا رہا۔

اسلام سرکاری ملازمین کے لئے حکومتی اشیاء کو ذاتی تصرف میں لانا جائز نہیں سمجھتا۔ اور نہ ان کے لئے کوئی استفادہ حاصل کرنے کو مجاز سمجھتا ہے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بلا اجازت ڈاک کے جانور پر ایک شخص کو سوار کر کے لے آیا۔ تو آپ نے اسے بلایا اور کہا کہ جب تک تو اس کا کرایہ بیت المال میں جمع نہیں کرے گا یہاں سے نہیں ہل سکتا۔

ملازم کے انتخاب سے متعلق حضرت علیؓ نے اشتر نخعی کو ولایت مصر پر مامور کرتے ہوئے لکھا کہ عمّال کی کارروائیوں پر کڑی نگاہ رکھنا کسی عامل کو دوستی اور غرض مندی کی بنا پر مقرر نہ کرنا بلکہ امتحان اور آزمائش کے بعد ہی اس کا انتخاب کرنا۔

اسلام نے حکومتی عہدے داروں اور ملازموں کے لئے رشوت ستانی سے احتراز کرنے پر زور دیا ہے۔ جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے :-

"الراشی والمرتشی کلاھما النار"

یعنی رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں